نقش آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی المناک شہادت

داغ فراقِ صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

ابھی حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کی جدائی کا زخم امت مسلمہ کے سینے میں ہرا تھا کہ ایک اور گھاؤ نے مجروح امت کو مزید مضمحل کر دیا۔ گزشتہ دنوں ملک کے معروف و مشہور عظیم عالم و فاضل، ادیب، انشاء پرداز، صحافی، ناصح، زاہد، مدرس، مربی، مفتی اور برگزیدہ ہستی حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کو دن دہاڑے ہنگاموں کے شہر کراچی میں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی ہشت پہلو شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ مولانا مرحوم کا وجود علم و عمل کا جیتا جاگتا نمونہ تھا۔ آپکی ہر سانس، ہر صدا اور قلم کی ہر جنبش علم و فضل کی ترقی، اسلام کی سربلندی، اور امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کے لئے بے تاب اور سرگرم عمل تھی۔ زندگی کا کون سا ایسا شعبہ ہے جس پر آپ نے تنہا کئی اداروں سے بڑھ کر کام نہ کیا ہو اور تصنیفات و تالیفات اور تحقیقی مضامین کا ایسا ذخیرہ آپ نے وراثت میں چھوڑا ہے کہ امت مرحومہ کو تشنگی کا شکوہ ہی نہ رہے۔ افسوس صد افسوس کہ ظالم درندہ صفت قاتلوں نے حسب سابق ایک ایسے گوہر نامدار کو ہم سے چھین لیا۔ جس کی اس مفلس اور غریب قوم کو اس وقت کافی ضرورت تھی۔ ستم ایجاد گردش دوراں اور طوفاں فنا نے ایک اور مشعل راہ کو ہمیشہ کے لئے گل کر دیا۔ عرصہ شب دیجور میں چراغ پہ چراغ بجھا جا رہا ہے۔ اور اندھیرے پہ اندھیرا بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ آسمان علم و فضل کے اکثر ستارے ایک ایک کر کے گرد پوش ہو رہے ہیں۔ ذرا نگاہ اٹھا کر دیکھئے تو دور دور تک روشنی نظر نہیں آرہی ہے۔ اپنی محرومیوں اور بدنصیبی کی شدت دیکھ کر ماتم پہ ماتم کئے جائیے۔ امت مسلمہ پر بھوک و افلاس اور قحط تو

برسوں سے سایہ فگن ہے۔ لیکن اس قحط الرجال نے تو لاغر آمت مرحومہ کی بالکل کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ رشد و ہدایت کے آفتاب و ماہتاب آسمان علم کی بلندیوں پر جگمگارہے تھے۔ علماء فضلاء اور عبقری شخصیات کی کہکشاں سے عالم اسلام کی مانگ منور و معمور تھی۔ خدا جانے کس قیامت نے سب کچھ ہلا کر رکھ دیا۔ اب تو عالم اسلام کا چہرہ کسی مفلس بیوہ کا روپ دھار چکا ہے جس کا ماضی درخشاں رہا ہو لیکن اس کے جھریوں بھرے ہاتھ کی لکیروں میں مستقبل، مخدوش بلکہ خدانخواستہ بانجھ نظر آرہا ہو۔ افسوس کہ دست ید اجل نے مسلمانوں اور خصوصاً اہل پاکستان کو اپنے اکابر، مشائخ اور محبانِ وطن کے آخری سلسلوں سے بھی محروم کرنا شروع کر دیا ہے۔ نتیجتاً آج قافلہ امت دشتِ غم اور کربلائے حیرت میں حزین و حیران کھڑا نظر آرہا ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے مدرسہ اور میری ابتدائی مادر علمی (جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن) کو نہ جانے کس ظالم کی نظر کھا رہی ہے کہ کل تلک مدرسہ کے ممبر و محراب اور درسگاہوں میں جو علم و فضل کے چراغ جگمگا رہے تھے وہ یکے بعد دیگرے گل ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ بڑی مشکل سے یہی ایک چراغِ ضوفشاں پرانے چراغوں میں سے روشنی کے لئے باقی رہ گیا تھا سو بعد فنا کی مہربانیوں سے وہ آخری چراغ بھی بجھ گیا۔ ع ایک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

جامعہ بنوری ٹاؤن کی صفوں سے صرف چند سالوں میں حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ، حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہؒ، مولانا بدیع الزماںؒ، مولانا مفتی محمد ولی اللہ درویشؒ اور حاجی عبداللہ مہاجر مدنیؒ رخصت ہو گئے اور پھر حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ اور استاذی حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع شہیدؒ اور سلالۃ ابرار مولانا محمد بنوری شہیدؒ کی پے در پے شہادتوں نے نہ صرف مدرسے کو شکستہ کیا بلکہ دلوں کے در و دیوار تک شکستہ ہو کر رہ گئے اور اب ایک بار پھر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا خون ناحق کر دیا گیا۔ متعدد علماء و اساتذہ کے پے در پے خون بہانے سے بنوری ٹاؤن کے میناروں تک خون کی سرخی پہنچ گئی ہے۔ جامعہ بنوری ٹاؤن سے جنازے اٹھاتے اٹھاتے اہل جامعہ کے کندھے تھک گئے ہیں اور قاتلوں کے خلاف روایتی پرچہ کٹاتے کٹاتے علماء عاجز آگئے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس ملک

کا کون والی وارث ہے ؟ اور کس قاتل کے ہاتھ مسندِ قضاء و انصاف تھما دی گئی ہے۔ یہاں علماء اور فضلاء اور مذہبی افراد کا خون ایسا بہایا جا رہا ہے جیسے پاکستان نہیں بلکہ الجزائر اور مصر ہو۔ اس معاشرے میں زندہ رہنا اور علم و فضل سے وابستہ ہونا گویا ایک جرم بن گیا ہے۔ ملک و ملت پر ہر صبح قیامت کا سورج طلوع ہوتا ہے کسی نہ کسی گوشے 'مدرسے 'خانقاہ اور امام باڑے سے لہو کی دھار اٹھتی ہے غروب آفتاب کے وقت افق پر شفق کی سرخی کی جگہ خونِ ناحق کی سرخی پھیلی ہوتی ہے۔ یہاں دانشوروں 'علماء فضلاء کو قتل کیا جاتا ہے اور ڈاکوؤں 'بد معاشوں 'درندوں کو قضاء و قدر اور عزت و وقار کی خلعتیں بخشی جاتی ہیں۔ پورا ملک یوں لگتا ہے کہ قتل گاہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ یہاں ہر عالم اور محبِ وطن کی زندگی بھر کی خدمات اور کاوشوں کا صلہ آگ و خون میں نہلا دینا ہے۔ اس کی مثال مسیحائے قوم اور ہمدردِ پاکستان حکیم محمد سعیدؒ اور دیگر مظلوم علمائے کرام کی قبریں ہیں۔ معلوم نہیں کہ مملکتِ پاکستان اور پاکستانی معاشرہ کب تک اپنے محسنوں کی قبروں میں اضافہ برداشت کرتا رہے گا .... ؟

الحمدللہ ماہنامہ الحق کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ جیسی عبقری اور ہشت پہلو شخصیت کو اس نے دریافت کیا اور آپ کو ایک عظیم ادیب و محقق کے طور پر سب سے پہلے الحق کے صفحات پر اہل علم کے سامنے آنے کا موقع ملا۔ قارئین الحق اگر الحق کی ابتدائی فائلیں مطالعہ کریں تو انکو معلوم ہو گا کہ ماضی میں مولانا محمد یوسف ماموں کانجن (لائلپور) کے نام سے لکھنے والا آج حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے نام سے سارے عالم اسلام میں جانی پہچانی شخصیت بن گئے ہیں۔ الحق میں آپ ہی کی تحریرات سے متاثر ہو کر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے انکا پتہ دریافت کیا اور یوں بعد میں آپ کا حضرت بنوریؒ کے ساتھ ایک لازوال رشتہ قائم ہو گیا اور بالآخر آپ جامعہ بنوری ٹاؤن تشریف لے گئے اور آخر دم تک کوئے یار سے وابستگی قائم رکھی۔ ؎

جان ہی دے دی جگرؔ نے آج "کوئے یار" پر عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا
اور کہیں نہ جائیں گے تا حشر تیرے کوچے سے کہ پاؤں توڑ کہ بیٹھے ہیں پائے بند تیرے

الحق کی پرانی فائلوں میں انکے مقالات اور مضامین سینکڑوں صفحات پر محیط ہیں۔اس وقت ڈاکٹر فضل الرحمان اور انکا فتنہ استشراق پورے جوبن پر تھا الحق نے اس کے تعاقب کا بیڑہ اٹھایا۔ الحق کے ذریعہ اس فتنہ ضالہ کے آپریشن میں مولانا مرحوم نے مولانا سمیع الحق (مدیر اعلیٰ الحق) کا بھرپور ساتھ دیا۔ ماہنامہ الحق ایسے موضوعات پر مولانا مرحوم کے مضامین کی پوری تفصیل کسی آئندہ شمارے میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تاکہ یہ مخفی علمی و تحقیقی خزانہ قدردانوں کے سامنے آسکے۔ مولانا مرحوم کی صحافتی ترک تازیوں کے اس ابتدائی دور میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے نام انکے مکاتیب کا ایک ضخیم دفتر بھی قابل مطالعہ ہے۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے آپ کا جو لازوال تعلق خاطر تھا۔اس پر آپ کے بھیجے ہوئے درجنوں انس و محبت کے خطوط شاہد ہیں۔ (جن پر ان دنوں کام جاری ہے۔ خطوط کے ان عظیم ذخائر میں برصغیر پاک و ہند کے اعیان علم و فضل، مشاہیر میدان سیاست، اساطین علم وادب کے خطوط کا اتنا بڑا خزانہ مشکل سے کہیں مل سکے گا۔ تقریباً ایک ہزار اصحاب کے لگ بھگ بھیجے ہوئے ہزاروں مکتوبات کے ذخیرے کا انتخاب اور ترتیب کا کام حضرت والد صاحب خود اپنی نگرانی میں آجکل کروا رہے ہیں۔ یہ تمام خطوط حضرت والد صاحب مدظلہ اور حضرت دادا جانؒ کے نام ہیں۔ انکی اشاعت سے مکتوبات کی دنیا میں ایک انوکھا اضافہ ہوگا۔ ان شاء اللہ)

احقر جب بنوری ٹاؤن میں زیر تعلیم تھا تو دارالافتاء ہمارے دارالاقامہ کے ساتھ ہی متصل تھا آتے جاتے ایک بزرگ اور پرنور شخصیت کی طرف بار بار نگاہیں اٹھتیں۔ بچپنے اور شعور و دانش سے دوری کے باعث کبھی اندر جاکر ملاقات کی ہمت نہ کرسکا۔ لیکن زیارت کا شرف کئی سال تک برابر حاصل کرتا رہا۔

اس وقت سے میں تیرا پرستار حسن ہوں   دل کو میرے شعورِ محبت بھی جب نہ تھا

مولانا لدھیانویؒ کے قلم کا یہ اعجاز تھا کہ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے خواہ وہ علمی، تحقیقی، تاریخی، ادبی، تنقیدی اور جیسا بھی مغلق موضوع ہوتا آپ اس پر ایسا مواد پیش کرتے کہ موضوع کا حق ادا ہو جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں یوں تو آپ کی بیسیوں تصانیف ہیں لیکن بالخصوص

"اختلاف امت اور صراط مستقیم" "آپکے مسائل اور انکا حل ترجمہ" "خاتم النبیین" جو کہ حضرت شاہ انور شاہ کشمیریؒ کی معرکۃ الاراء کتاب کا نام ہے اور اسکے ترجمے کا کام آپ کو حضرت مولانا نوریؒ نے سونپا تھا۔ وہ بھی ایک بڑا علمی کام خدا نے آپ سے لیا ہے۔ علاوہ ازیں فرق باطلہ کے تعاقب میں آپ نے مختلف علمی مضامین، تحقیقی مقالات لکھ کر انکو بے نقاب کیا۔ خصوصاً ڈاکٹر فضل الرحمان اور پرویزی فتنے، قادیانیت، شیعیت اور دیگر فرقوں کا موثر مقابلہ کیا۔ الحق کی پرانی جلدیں آپکے کارناموں سے لبریز ہیں۔ اسی طرح اصلاح امت کے لئے تبلیغی مضامین پر مشتمل کئی کتابیں تحریر فرمائیں۔ آپ کی شخصیت گویا مجمع البحرین تھی۔ شریعت اور طریقت کے آپ ایک حسین امتزاج تھے۔ آخری عمر میں تو آپ تصوف کے رنگ میں مکمل طور پر و من احسن من الله صبغه کی تصویر بنے ہوئے تھے اور بے شمار پڑھے لکھے لوگ اور نامور علمائے کرام نے آپکے ہاتھ پر بیعت کر کے تزکیہ نفس کے مراحل طے کئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات عالیہ کو آپ کیلئے آخرت کا توشہ بنائے۔ ادارہ الحق تحفظ ختم نبوت، جامعہ اسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی، استاذی المحترم مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، اشرف العلوم کراچی اور آپکے تمام متعلقین عقیدت مندوں اور پسماندگان کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے۔

ماہنامہ الحق کے "اکیسویں صدی کے چیلنجز اور عالم اسلام" نمبر کیلئے لکھنے والوں سے گذارش

قارئین الحق کو معلوم ہے کہ ہم نے ایک سال پہلے الحق کے خصوصی نمبر "اکیسویں صدی کے چیلنجز اور عالم اسلام" کی اشاعت کا اعلان کیا تھا اس سلسلہ میں اب تک کافی مضامین جمع ہو چکے ہیں لیکن متعدد اہم مقالہ نگار حضرات نے ادارہ کو تعاون کی باقاعدہ خطوط کے ذریعے یاد دہانی فرمائی تھی۔ لیکن سات آٹھ ماہ کے شدید انتظار کے باوجود اب تک اہم مضامین ہمیں موصول نہیں ہوئے۔ چونکہ قارئین الحق کا یہ اصرار ہے کہ یہ عظیم نمبر جلد سے جلد منصۂ شہود پر آئے۔ اس لئے مقالہ نگار حضرات سے درخواست ہے کہ وہ ایک مہینے کے اندر اپنے قیمتی مقالات اور خصوصی نگارشات ارسال کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔